الخالق الحسيب

THE CREATOR — **THE RECKONER**

عبدالباسط یوسف

www.thinksbs.com/by

ضروری گزارش

صفحات پلٹنے سے پہلے قارئین سے چند گزارشات ہیں کہ ان مضامین کو لکھنے کے محرکات اور وجوہات کو سمجھ لیں۔ چونکہ میں صرف ایک بلاگر ہوں، پیشہ ور مصنف نہیں، لہٰذا الفاظ، تصورات اور جملوں کی بہت سی متوقع غلطیاں ہو سکتی ہیں جو بیان کرنے کے اصل ارادے سے غلط فہمی کا باعث بن سکتی ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرنا چاہوں گا کہ اگر آپ کو ان میں سے کوئی مل جائے تو براہ کرم مجھے مطلع کریں تاکہ میں ان کو فوری طور پر درست کر سکوں .

مزید یہ کہ میں کوئی عالم نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی دانشور ہوں جس کی کثیر تعداد میں کتابوں کا کوئی خاص مطالعہ ہو۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ عام آدمی اور خاص طور پر ان لوگوں میں شعور پیدا کیا جائے جو اپنی باتوں اور اپنے مشوروں سے معاشرے میں اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ اللہ سے ہدایت کی دعا کے ساتھ پہلے اپنے لیے اور پھر اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے لیے، یہ خامیوں سے بھری کوشش ہے۔ میں اپنے ای میل ایڈریس پر آپ سب کی غلطیوں کی اصلاح اور مشورہ کے لیے ہمیشہ دستیاب رہوں گا۔ میرے مکمل بلاگ پر ایک نظر ڈالنے کے لیے، آپ **www.thinksbs.com/by** ملاحظہ کر سکتے ہیں:

Email: basityousuf@gmail.com

فہرستِ مضامین

- تعارف ← 3
- شاہکار ← 7
- غور طلب ← 10
- انعام و سزا ← 14
- باطن ← 18

تعارف

بہت سے قسم کے خوف ہیں جن کے ساتھ ہم جی رہے ہیں۔ غربت، بھوک، بیماری، معذوری، کمزوری، طاقت کا الٹ پلٹ، اختیار اور بہت کچھ۔ ایک بہتر انسان بننے کے لیے صرف ایک خوف ضروری ہے، وہ خوف جو ہمارے خالق کے بقول کامیاب ہونے کے لیے ہونا ضروری ہے۔ اور وہ ہے اللہ کا خوف، اللہ کے سامنے ہر کام کا جواب دینے کا خوف۔ اس خوف کو حاصل کرنے کے لیے اللہ کی معرفت اور تعارف ہونا چاہیے۔ ہم میں سے بہت سے لوگوں کو اللہ کا حقیقی تعارف نہیں ہے۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ ہے جس کا ہر اختیار ہے۔ اللہ کچھ بھی کر سکتا ہے اور ہمیں اس کی عبادت کرنی چاہیے۔ کیا یہ مکمل ہے جو ہمیں جاننا چاہئے؟ کیا یہ ایک حقیقی تعارف ہے جو اس کی ذات کو زیب دیتا ہے؟

بالکل نہیں۔ منطق اور ٹیکنالوجی کی بارش سے بھری اس دنیا میں ہر کوئی کوئی نہ کوئی مثال دینے کی کوشش کرتا ہے۔ ہم چیزوں کا موازنہ کرتے تھے حتیٰ کہ رشتوں کا بھی۔ میں نے علمائے کرام سے سنا ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر

تم زمین کے تمام درختوں سے قلم بنا لو اور زمین کے تمام سمندروں کے پانی کی سیاہی بنا لو تو تم مجھے بیان نہیں کر سکتے، تب بھی میری تعریف بیان نہیں کر سکتے۔

آیئے قیامت کے دن احتساب کا موضوع چنتے ہیں جہاں آدم سے لے کر روئے زمین پر آخری جنم تک ہر انسان کو اللہ کے سامنے اپنے ہر کام کے لیے پیش ہونا ہے۔ دنیا کے ہر حصے سے کھربوں انسان کیسے جمع ہوں گے اور ہزاروں سال پہلے مر چکے ہوں گے؟ یہاں تک کہ ان میں سے کچھ کسی حادثے یا کسی قسم کی آفت کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ اس سے زیادہ پیچیدہ ہے کہ اس نے ثبوتوں کے ساتھ ہر ایک کی تاریخ رکھی ہو۔ جسم کے اعضاء ان کے ذریعے ہونے والے ہر اچھے برے کی گواہی کیسے دیں گے؟

مجھے لگتا ہے کہ آج یہ تصورات سے باہر نہیں ہے۔ آج ہم نے ویڈیوز، آواز اور ڈیٹا اکٹھا کرنے کی شکل دیکھی ہے۔ ہم سیکنڈوں میں ملتے جلتے لاکھوں نتائج تلاش کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا میں ہم سب کی ایک شناخت ہے جہاں ہم کہیں بھی لاگ ان ہو سکتے ہیں۔ ہمارے پاس انٹرنیٹ پر گزارے گئے وقت کی تاریخ ہے اور جب بھی ضرورت

ہو اسے نکالا جا سکتا ہے۔ ہمارے پاس ایسے سافٹ ویئر ہیں جن سے ہم کسی ایک شناخت، تاریخ، وقت اور جو بھی ضرورت ہو اس کا تمام ڈیٹا اکٹھا کر سکتے ہیں۔ ہم ثبوت کے لیے سی سی ٹی وی فوٹیج استعمال کرتے ہیں۔ ہم چہروں اور ان کی شناخت کو پہچاننے کے لیے تصویروں کا استعمال کرتے ہیں۔ کیا یہ اس کی جھلک نہیں ہے جو چودہ سو سال پہلے قرآن میں دعویٰ کیا گیا تھا؟

ڈی این اے انسانی جسم میں ایک شناختی چپ ہے جو جسم کے ہر اس حصے کو پہچانتا ہے جو کسی ایک انسان سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر آپ ایک جسم کو ہزاروں ٹکڑوں میں کاٹ کر دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلا دیں گے تو ڈی این اے کے ذریعے پہچانا جا سکتا ہے کہ یہ جسم کا حصہ کس کا ہے۔ آپ کے سمارٹ فونز اور ڈیوائسز جو کچھ بھی اس کے اندر ذخیرہ اور پروگرام کیا گیا ہے بولتے ہیں۔ تو جسم کا ایک حصہ بھی ہو سکتا ہے۔ جو کچھ بھی آپ دیکھتے ہیں، جو کچھ بھی آپ سوچ رہے ہوتے ہیں جب آپ دیکھ رہے ہوتے ہیں اسے بھی اس طرح اسٹور کیا جا سکتا ہے جیسے اسے کسی بھی کیمرے یا فون میں محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ اور آج جب آپ پوری کائنات کا مطالعہ کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ ہماری زمین پوری زمین پر ٹینس بال کی طرح ہے، یا اس سے بھی کم ہو سکتی ہے،

کیونکہ سائنس ابھی تک کائنات کی حدود تلاش کرنے سے قاصر ہے۔ جیسا کہ قرآن میں لکھا ہے "اگر تم میں ہمت ہے تو کر سکتے ہو تو کائنات کی حدود سے نکل کر دکھاؤ۔" اور یہ اللہ کی قدرت کی ایک بہت ہی چھوٹی خصوصیت ہے۔

ہم اپنی اصلیت کا تصور کر سکتے ہیں کہ زمین کی اس چھوٹی سی گیند میں ہم ایک نقطے سے بھی کم ہیں۔ اور اس نقطے کے لیے اللہ نے کس طرح تخلیق سے لے کر فیصلے تک ہر چیز کو تخلیق اور ترتیب دیا۔

اگلے مضمون میں جاری

شاہکار

اب وقت آ گیا ہے کہ بچے کو تربیت دی جائے اسے بیٹھنا، چلنا، چیزیں پکڑنا، بات کرنا، جواب سننا اور بہت کچھ سکھانا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا خالق کس طرح لیٹتے وقت کھانا پینے کا انتظام کرتا ہے، بچے کے پیٹ بھرنے پر کیا اشارے ہوتے ہیں، اس کے درد، اس کی خوشی اور وہ چیزیں جو اسے لینا پسند نہیں ہے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ وہ پہلے ہی سیکھ چکا ہے۔ جب کچھ غلط ہوتا ہے تو وہ روتا تھا۔ اسے کس نے سکھایا کہ جب اس کے ساتھ کچھ غلط ہوا تو وہ رونا استعمال کر سکتا ہے؟ وہ اجنبیوں کے مقابلے میں والدین کے ساتھ کیسے منسلک تھا؟

اللہ تعالیٰ نے ایک بچے کا جسم ایک بالغ سے مختلف بنایا۔ اس کی ہڈیاں، آنکھیں، زبان، معدہ، نظام ہاضمہ، سوچنے کا عمل وغیرہ۔ جو بڑے ہوتے ہوئے خود بخود اس پورے نظام کو تیار کرتے ہیں؟ اگر ہم بچے کی جلد کو کھینچیں تو اسے ایک انچ تک پھیلایا جا سکتا ہے لیکن اب اسی جلد کے ساتھ ہم تقریباً پانچ سے چھ فٹ لمبے ہیں۔ ہماری ہڈیاں خود بخود لمبی ہوتی ہیں۔ اور خوبصورتی یہ ہے کہ ہر چیز کو نفیس انداز میں طول دیا جاتا ہے،

کوئی بد صورتی اور بے ڈھنگا پن نہیں ہوتا۔ قرآن میں کہا گیا ہے کہ ہم نے انسان کو نہایت خوبصورت انداز میں پیدا کیا ہے۔ طاقت، صبر، غصہ اور رد عمل ہر شخص میں مختلف ہو سکتے ہیں۔ مزید، ہمیں ذہانت سے نوازا گیا ہے۔ یادداشت، سونگھنے کی حس، لمس کی حس، خوبصورتی کا احساس، ہماری آواز، ہمارا جسم، ہمارے ناخن، بال، آنکھیں اور دیکھنے کی حس، ذائقہ کا احساس وغیرہ۔

"اللہ نے ہم سے پوچھا کہ" تم میری کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

ہمیں فیصلہ کرنے کا شعور اور فن کون دیتا ہے؟ جب غیر ارادی طور پر کسی گرم عنصر کو چھو لیا جاتا ہے تو ہم اپنے ہاتھ یا خود کو کتنی تیزی سے پیچھے کھینچ لیتے ہیں۔ اس وقت کون ہماری مدد کرتا ہے اور اچانک ہاتھ پیچھے کرنے کا حکم دیتا ہے؟ سائنس کہتی ہے کہ یہ دماغ ہے۔ ہاں جیسا کہ لگتا ہے دماغ ہے لیکن سوال یہ ہے کہ دماغ اسے کہاں سے حاصل کرتا ہے؟ یا دماغ کو ایسا کرنے کی صلاحیت کون دیتا ہے؟ ہماری آنکھوں کے اندر ہزاروں لینز کس نے لگائے؟ جو گوشت کے ایک ٹکڑے کو، ہماری زبان کو تین قسم کے ذائقے کی جانچ کرنے کی صلاحیت کے ساتھ جزوی بناتا ہے؟ کون ہے جو ہمیں کھانے سے پہلے بوسیدہ کھانے کی بو فراہم کر کے بتاتا ہے؟ اور اگر کوئی گندا

کھانا کھالے تو اسے قے کی صورت میں کون باہر پھینکتا ہے؟ کون ہے جو ہماری آنکھوں کو گندگی یا کوئی اور چیز ملنے پر خود بخود آنسوؤں کی صورت میں پانی بہا کر دھوتا ہے؟ کیا ہم نے اپنے کانوں کی ساخت پر غور نہیں کیا؟ ہم کھانے کے سخت ترین ٹکڑوں کو اپنے دانتوں سے چباتے ہیں جو درد کو محسوس کرنے کے لیے سب سے حساس حصے پر رکھے جاتے ہیں، ہمارے مسوڑھے۔ ہماری آنکھیں لاشعوری طور پر پلکوں سے سطح کو صاف کرتی ہیں۔ واقعی، "تم میری کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔

صرف آپ کو یاد دلانے کے لئے کہ ہم صرف اپنے سر کے حصے پر ہیں اور یہ ابھی تک مکمل نہیں ہوا ہے۔ اگر تفصیل سے لکھا جائے تو یہ مثالیں بہت سی کتابوں کا مواد ہیں۔ اور یہ اللہ کی تخلیق کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔

اگلے مضمون میں جاری

غور طلب

بہت ساری غور طلب باتیں جو ہماری توجہ نہیں لے پاتیں۔

ہم نے کشش ثقل کی طاقت کو کم محسوس کیا ہے۔ اگر صرف کشش ثقل کو خالق نے واپس لے لیا ہے تو دیکھتے ہیں کہ اس کا کیا اثر ہوتا ہے؟ ہر کوئی جانتا ہے کہ کشش ثقل ایک ایسی قوت ہے جو اس زمین پر موجود ہر چیز کو چپکا دیتی ہے۔ اگر ہم سیدھے کھڑے ہیں تو یہ کشش ثقل کی وجہ سے ہے۔ ہمارا کھانا ہمارے معدے میں جاتا ہے کشش ثقل کی وجہ سے اور جسم سے خارج ہونے والا اخراج بھی کشش ثقل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیا یہ ہے؟

پانی ہماری طرف کشش ثقل کی وجہ سے بلندیوں سے آتا ہے، یہاں تک کہ بارش بھی۔ عمارتیں جو ہم نے تعمیر کی ہیں، زراعت ہم نے کی ہے، معدنیات جو ہم حاصل کرتے ہیں اور ہمارے آس پاس کی ہر چیز کا انحصار کشش ثقل پر ہے۔ اگر ہم واقعی اللہ کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمیں تیار مصنوعات سے خام شکل تک الٹا سوچنا چاہیے۔ مثال کے

طور پر ہم ایک بہت بڑی عمارت دیکھتے ہیں جو لوہے کی سلاخوں اور ریت کے بلاکس سے بنی ہے جو انسانوں نے تیار کی ہے۔ لیکن لوہا اور ریت کس نے پیدا کی؟ کیا انسان لوہے اور ریت کو بنا سکتا ہے؟ کیا انسان پانی بنا سکتا ہے؟ کیا ہم آگ پیدا کرنے کے قابل ہیں؟ ہم صرف آگ جلاتے اور روشن کرتے ہیں۔ کیا ہم ہوا بنا سکتے ہیں؟ نہیں ہم صرف ماحول میں دستیاب ہوا کو اکٹھا کرتے ہیں، سکیڑتے ہیں اور پھینک دیتے ہیں۔ ایجاد کی اس بلندی میں کوئی بھی آگ، ہوا اور پانی پیدا نہیں کر سکتا۔ انسان صرف اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کی تجدید کر سکتا ہے۔ میڈیکل سائنس پورا مصنوعی انسانی جسم تو بنا سکتی ہے لیکن دل، پھیپھڑے، گردے اور دماغ کے اصل مواد سے نہیں۔ وہ دل کی دھڑکن پیدا کر سکتے ہیں لیکن روح نہیں جو انسان کو زندہ کر دیتی ہے۔

اور ہم انسانی ایجادات کی تحقیق میں بہت زیادہ وقت صرف کرتے ہیں جو دراصل اختراعات ہیں۔ ان تمام انسانی ایجادات کے پیچھے دماغ، توانائی، خیال اللہ نے تخلیق کیا ہے۔ ہم ان تمام لوگوں کو یاد کرتے ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں جو ہمیں پہلے سے موجود کسی بھی چیز کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں۔ بجلی، کشش ثقل، مقناطیس، آکسیجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور اسی طرح۔ غور کرنے کی اصل چیز یہ ہے کہ اس سب

کے خالق پر غور کیا جائے۔ اس کا وجود نہیں بلکہ اس کی طاقت، اس کا اختیار۔ اور اس کے سامنے اپنا سر جھکا دیں۔

ایک طاقت جو زمین سے بخارات کو لے جاتی ہے، اسے بادلوں تک لے جاتی ہے، اس پانی سے بادلوں کو کسی منتخب منزل تک لے جاتی ہے اور پھر اس پانی کو کسی خاص جگہ پر برساتی ہے۔ ایک اتھارٹی جو تمام طبی سائنس کے باوجود ایک کو ٹھیک کرتی ہے اور دوسرے کو اسی بیماری سے ختم کرتی ہے۔ ایک ایسی طاقت جو سورج کے اتنے ہی فاصلے کے ساتھ موسم کو گرم ترین بناتی ہے اور بہتے پانی کو منجمد کر دیتی ہے۔ ایک طاقت جو آلو کو نرم کرتی ہے اور اسی ابلتے پانی میں انڈے کو سخت کرتی ہے۔ ایک ایسی طاقت جو کسی نادیدہ کیڑے یا جراثیم سے دوسری زندگی پیدا کرتی ہے۔ ایک طاقت جو فوری طور پر کاٹنے سے مارنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے۔ ایک طاقت جو اڑتی ہوا میں پرندے کو پکڑتی ہے اور اسے پھسلائے بغیر کہیں بھی اترنے دیتی ہے۔ ایک ایسی طاقت جو پہاڑ کے پیٹ کو پھاڑ دیتی ہے اور گرم ترین مائع کو باہر پھینک دیتی ہے، ایسا مائع جو اس کے آس پاس کی ہر چیز کو جلا دیتا ہے۔ اور جب وہ مائع ٹھنڈا ہو جائے گا تو یہ انسان کو بہت سی مفید مصنوعات فراہم کرے گا۔

وہی طاقت جو بیج کو پھاڑ دیتی ہے، چاہے اس نے کسی بھی حالت میں بویا ہو، اور پودے کو نکال کر اس وقت تک اگاتا ہے جب تک کہ وہ اناج یا پھل پیدا کرنے لگے۔ وہ طاقت جو ممالیہ کے جسم میں بغیر کسی ذخیرہ کے خون کے درمیان دودھ پیدا کرتی ہے۔ عبادت کے لائق واحد وجود اللہ ہے۔ اس نے ہمیں زندگی گزارنے کے لیے ایک مکمل ہدایت نامہ دیا اور ہزاروں انبیاء علیہم السلام بھیجے اور سب سے خاص، سب سے قیمتی اور سب سے پیارے ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ایک بار جب ہم اللہ کی قدرت اور اختیار کو سمجھ لیں گے تو یقیناً ہم زیادہ خلوص کے ساتھ اطاعت کریں گے۔ کیوں کیونکہ اللہ ہی فیصلہ کرنے والا ہے اور سب کو اپنے سامنے جوابدہ کرنے والا ہے۔

اگلے مضمون میں جاری

انعام و سزا

ہم معمول کے خطبات اور بیانات میں اللہ کی تعریف سنتے ہیں۔ ہم سب کچھ جانتے ہیں لیکن ہم بہت کم غور کرتے ہیں۔ ہم روزانہ درخت، کیڑے مکوڑے، پہاڑ، بادل وغیرہ دیکھتے ہیں۔ ان تاریک پہاڑوں کو زمین میں توازن قائم کرنے کے لیے ٹھونک دیا گیا ہے۔ بادلوں کی شکل کا دھواں کافی مقدار میں وزنی پانی اٹھالیتا ہے اور اسے نفیس طور پر قطروں کی شکل میں چھوڑتا ہے، یہ قطرے زمین میں صرف ایک حسابی گہرائی تک گھس جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ برف نرم اور باریک شکل میں بادلوں سے گرتی ہے تاکہ کسی نقصان سے بچا جا سکے۔ وہ جو زمین اور دوسرے سیاروں کی گردش کو ترتیب دیتا ہے، وہ جو سورج کو زمین سے صحیح فاصلے پر رکھتا ہے۔ چاند کی ٹھنڈی روشنی، سایہ کے لیے سورج کے سامنے پردے کے بادل۔ ایک بار پھر، کیا یہ اللہ کی مکمل تعریف ہے؟ بلکل بھی نہیں۔

جس نے سب کچھ انسان کے فائدے کے لیے بنایا اور انسان کو اس کی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ وہ جس نے انسان کو زندگی گزارنے کا طریقہ دیا اور نیکی اور بدی کے بارے

میں سب کچھ بتا دیا۔ کیوں کیونکہ وہ یہ جانچنا چاہتا ہے کہ کون اس کی ہدایات پر عمل کرے گا اور آخر کار اس امتحان میں کامیاب ہو گا۔ اس نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہماری رہنمائی کی ہے۔ وہ ہر جان کو اپنے پاس واپس لے آئے گا۔ اللہ نے ہر جاندار میں رزق کی تقسیم پیدا کی ہے۔ جانور، پرندے، سمندری مخلوق، پودے، درخت، حشرات الارض اور انسان، سب ایک بہت ہی منظم چینل کے ذریعے رزق کا حصہ لے رہے ہیں۔ کس کے پاس یہ حساب کرنے کی صلاحیت ہے کہ انسانوں سمیت ہر مخلوق کے درمیان روزانہ کتنا کھانا کھایا جاتا ہے؟ اور درحقیقت خوراک کے معیارات مختلف ہیں، معیار اور زمرے مختلف ہیں، ایک جاندار دوسری جاندار کی خوراک ہے۔ ہاں ہم روزانہ کئی بار کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ مفت ہوا، مفت پانی، مفت آگ، مفت ریت، مفت سایہ، مفت آکسیجن، مفت بارش۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ کیا اللہ نے ہر چیز کو بغیر کسی مقصد کے پیدا کیا ہے؟ جیسا کہ اس نے ہمیں خبردار کیا کہ ہمیں اس کے سامنے پیش کیا جانا ہے۔ اور ہمیں اس کا جواب دینا ہے اور آخر کار وہ جنت اور جہنم کی صورت میں مستقل منزل کے طور پر جزا یا سزا دے گا۔ اور وہ دائمی لامتناہی

ہے،کوئی حد نہیں،کوئی میعاد نہیں۔اس نے اپنے خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دینے اور تنبیہ کرنے کے لیے خصوصی طور پر بھیجا تھا۔

اس نے خود ہی تمام سوالات اور ان کے جوابات بتائے جو آخرت میں پوچھے جائیں گے۔ کیا یہ انسانوں پر احسان نہیں ہے ؟اس کے بعد بھی اگر انسان اس میں ناکام رہے تو کیا ہو گا؟

انسانی عقل ناقص ہے۔ وہ صرف اس کا تصور کر سکتا ہے جو اس نے دیکھا ہے اور اپنے تجربے کے مطابق چیزوں کا موازنہ کرتا ہے۔ اگر ماں کے پیٹ میں موجود بچے کو کہا جائے کہ باہر ایک دنیا ہے جہاں آپ چھ فٹ لمبے انسان،روشنی،رنگ، ہوائیں،جانور، مچھلیاں،پہاڑ،سورج اور چاند دیکھیں گے تو کیا وہ یقین کرے گا؟بالکل نہیں. وہ کہے گا کہ یہ ناممکن ہے،یاکم ازکم وہ حیران ہوجائے گا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اور کیوں زیادہ تر انسان اس قسم کی سوچ رکھتے ہیں ؟ کیونکہ اس وقت تک ہم زیادہ مادیت پسند ہوتے جارہے ہیں،اور روحانیت پر کم توجہ دیتے ہیں۔ اللہ نے انسان کے

اندر ہر چیز کو بہترین طریقے سے پیدا کیا۔ جیسا کہ ہم نے جسم کے اعضاء اور افعال پر بحث کی تھی، یہ سب مادّی سیکشن ہیں جنہیں ظاہری کہا جاتا ہے، لیکن بہترین طور پر اس نے سکون، خوشی، غم، غصہ، ندامت، خوف، ہمت، جوش بھی پیدا کیا، جب آپ کسی کی تکلیف محسوس کرتے ہیں تو آپ پریشان ہو جاتے ہیں۔.

کیا یہ احساسات جسمانی ساخت سے اوپر ایک اہم تخلیق نہیں ہیں؟ تھوڑی دیر کے لیے سوچیں، کیا ہمارا جسم احساسات کے بغیر مفید ہے؟ کیا ہم انسان ہیں اگر ہمیں ان قسم کے جذبات نہیں ہیں؟

مادی شے کی مقابلے میں اللہ نے روحانی نظام کو زیادہ قوی رکھا۔ جسم احساسات کے بغیر بے معنی ہے اور احساسات کیلئے جسم کا ہونا لازمی ہے۔ انتہائی مضبوط ربط ہے۔

اگلے مضمون میں جاری

باطن

ہم قرآن پڑھتے ہیں اور بہت سے مقامات پر یہ دلائل دیتا ہے کہ ہمیں تقویٰ کو اپنانا ہے۔اس کا لغتی معنی پرہیز ہے۔ کہاں سے؟ ہر اس چیز سے جو اللہ کے حکم کے مطابق حرام ہے۔اور آج کے مسلمان کے لیے یہ مشکل کیوں ہے؟

ہمارادین ہم سے اندر سے تبدیلی کامطالبہ کرتا ہے،اور جب ہماری باطنی روح بدل جائے گی تو ہمارابیرونی جسم اس تبدیلی کی عکاسی کرتا ہے۔ہماری روح اور ہمارے جسم پر برے حملے ہماری روح سے آنے والے اشارے کی تعمیل کرتے ہیں۔یہ سمجھنا کوئی راکٹ سائنس نہیں ہے۔ ہم شادی، عید،سالگرہ،کسی قسم کی کامیابیوں اور منافع جیسے واقعات پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور موت، نقصان،حادثات پر غم اور افسوس محسوس کرتے ہیں۔ہماراچہرہ اور جسم ہماری خوشی اور غم کی عکاسی کرتا ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہمارے جسم پر اس احساس اور عکاسی کا طریقہ کار کیا ہے؟

ہماری آنکھ اور کان باہر جو کچھ ہو رہا ہے اسے دیکھتے اور سنتے ہیں، اس کا اثر ہمارے ذہنوں میں لیتے ہیں۔ ہمارا دماغ اس پر عمل کرتا ہے اور یہ خود بخود ہمارے جسم کے رد عمل کے لیے احکامات تیار کرتا ہے۔ ہم اپنے پورے جسم پر بوجھ یا ہلکا پن محسوس کرتے ہیں۔ جب آپ کو لمبے عرصے تک اور بار بار اداسی یا خوشی کا سامنا کرنا پڑے گا، تو آپ کو اظہار واپس لانے میں بھی زیادہ وقت لگے گا۔ آپ اپنے ارد گرد تحقیق کر سکتے ہیں، وہ لوگ جو زیادہ تر غصے یا خوشی کے ساتھ رد عمل ظاہر کرتے ہیں، دونوں ہی مسلسل مایوسی کے ماحول میں رہتے ہیں یا مسلسل خوشی میں۔

یہی نظریہ اچھے اور برے اعمال پر لاگو ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص، خدا نہ کرے، مسلسل گناہوں کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، تو ایک دن گناہوں کی بیزاری اس کے احساس سے غائب ہو جائے گی اور وہ گناہوں کے ساتھ نارمل محسوس کرے گا اور خوش قسمتی سے وہ نیک اعمال کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، اس کی روح زیادہ خوشی، مثبتیت سے بھر جاتی ہے۔، اور تازگی بھی۔ وہ سکون میں رہے گا۔ یہ ایک بیٹری سے چلنے والے کھلونا کی طرح ہے، اللہ نے جسم اور احساس کو پیدا کیا ہے، اور انہیں ایک دوسرے کو توانائی بخشنے کے لیے جوڑ دیا ہے۔ یہ انسان کا انتخاب ہو گا کہ وہ کیا انتخاب کرتا ہے اور

یہ انتخاب مکمل طور پر ان پر منحصر ہے جس پر جزا یا سزا کا فیصلہ ہو گا۔ جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ دل پر لگا دیا جائے گا اور ایک دن سارا دل کالا ہو جائے گا۔

موضوع کے بارے میں اخلاقی طور پر، آپ کے باطن کی نگرانی کرنا زیادہ ضروری ہے، کیونکہ آپ کا باطن جتنا اچھا ہو گا آپ کی شخصیت بہترین ہو گی اور آپ کو بہترین اجر ملے گا۔ ہمارے ارد گرد بہت سارے سچے واقعات ہوتے ہیں جہاں ہم ایک ایسے فرد، گروہ یا معاشرے میں بھی معجزاتی تبدیلی دیکھتے ہیں جنہوں نے اپنے باطن پر کام کرتے ہوئے تکبر، حسد، غصہ، غیبت، بے قابو جنسی جذبات جیسی چھپی ہوئی بیماریوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اور یہ سب اللہ کے سامنے فیصلے کے خوف پر منحصر ہے۔ اس لیے ہمارا خالق ہمیں ہر چیز سے نوازتا ہے اور انتخاب انسان پر چھوڑ دیتا ہے۔ ملحدین عموماً یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر برائی بھی اللہ نے پیدا کی ہے تو ہم اسے منفی کیوں سمجھتے ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ برائی بذات خود کچھ بھی نہیں ہے، برائی نیکی کی مکمل عدم موجودگی کی ایک شکل ہے جیسے تاریکی روشنی کی مکمل عدم موجودگی کی ایک

شکل ہے۔ روشنی کی تھوڑی سی کرن میں آپ اسے اندھیرا نہیں کہہ سکتے، آپ اسے "کم روشنی" کہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر اس چیز کا شکر ادا کرنے والا بنائے جو بے شمار ہیں اور ہم اپنی ناقص عقل سے اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں اور ہمیں ان لوگوں کے راستے پر چلائیں جنہیں اس نے "نعمت" سے نوازا ہے کیونکہ جہاں وہ وہ خالق ہے، ہادی بھی ہے اور جہاں وہ رحمن ورحیم ہے وہاں حساب اور فیصلہ کرنے والا بھی ہے۔.